محمد حنیف اللہ پھلواروی۔ کراچی

خلفائے بنو عباس کی رواداری

خلفائے عباسیہ کے عہد میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک رہا۔ اور فلپ کے ہٹی کے الفاظ میں ان کی حکومت میں عیسائیوں اور یہودیوں کو متعدد شعبوں میں ایسے اہم منصب ملے ہوئے تھے کہ بسا اوقات مسلمانوں کو ان پر رشک آتا تھا۔ بغداد میں مسیحیوں کی ایک درجن سے زیادہ خانقاہیں تھیں۔ (ہسٹری آف دی عربس)

ابو جعفر منصور (۱۳۶ — ۱۵۸ھ / ۷۵۳ — ۷۷۴ء) کے عہد میں ایک مستقل محکمہ غیر مسلم قوموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے قائم ہوا۔ ۱۴۸ھ میں منصور نے اپنے علاج کے لئے جارج بن جبریل کو طلب کیا۔ اور پھر اس کا تمام خاندان دربار میں داخل ہو گیا۔ منصور نے اسکی یہ قدردانی کی کہ باوجود اس کے کہ اس نے اپنے مذہب کو نہیں بدلا تھا۔ دربار کا طبیب مقرر کیا، اور جب مرض الموت میں اس نے وطن کو واپس جانا چاہا تو منصور نے سفر خرچ کے لئے پچاس ہزار روپے عنایت کئے۔

مذاہب کی تحقیقات کے لئے منصور نے اجازت دی کہ تمام مختلف فرقوں کی مذہبی کتابیں ترجمہ کی جائیں۔ مانی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کی کتابیں اور دوسرے مجوسیوں اور ربانیان مذہب کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ (مقالات شبلی جلد ششم)

خلیفہ منصور کے زمانہ میں حدیث، فقہ، تفسیر پہ اوّل اوّل کتابیں لکھی گئیں۔ مسلمانوں کی علمی فیاضیوں کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عین اس وقت جب کہ ان کو اپنے مذہبی علوم کی حفاظت و ترتیب کا اہم کام پیش تھا۔ اس وقت وہ غیر قوموں کی علمی یادگاروں کے بہم پہنچانے میں مصروف تھے۔ خلیفہ منصور نے ایک طرف

توامام مالک کو بلاکر حدیثوں کے جمع کرنے اور ایک کتاب مستقل لکھنے کی ہدایت کی دوسری طرف ایرانیوں کی سب سے قدیم اور مفصّل تاریخ کا جس کا نام سکیکیین تھا۔ اور جو فارسیوں کے نزدیک ایسی ہی عزت رکھتی تھی جیسی کہ ہندوؤں کے نزدیک مہابھارت، ترجمہ کرایا۔ (شبلی)

ایک مرتبہ لبنان کے کچھ ذمیوں نے عباسی خلیفہ سے بغاوت کی۔ یہاں کے حاکم یا فوجی افسر صالح بن علی عباس نے بغاوت کے فرو کرنے میں ناکردہ گناہ لوگوں پر بھی زیادتیاں کیں۔ اس پر امام اوزاعی (متوفی ۱۵۷ھ) نے اس کو لکھ بھیجا کہ:

"لبنان کے جن ذمیوں کو جلاوطن کیا گیا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو باغیوں کے ساتھ نہیں تھے۔ اصل باغیوں میں سے کچھ لوگوں کو تم نے قتل کیا اور کچھ کو ان کے دیہاتوں میں پھر آباد کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں مجرموں کے جرم کے بدلہ میں عام ناکردہ گناہ نہیں پکڑے جا سکتے اور ان کو ان کے وطن اور مال ومتاع سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کا حکم ہے کہ ایک کا بار دوسرے پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ اور خدا کے احکام کی پابندی ہم پر فرض اور لحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔"

آپؐ نے فرمایا کہ:

"جو شخص کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کرے گا یا اسکی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا تو قیامت کے دن میں اس کا حامی اور وکیل ہوں گا۔"

(اسلام اور عربی تمدن)

مہدی ۱۵۸ — ۱۶۹ھ / ۷۷۵ — ۷۸۵ء کے عہد حکومت میں ایک گرجا عیسائی قیدیوں کے لئے بغداد میں تعمیر ہوا۔ یہ قیدی اس وقت قید ہوئے تھے جبکہ اہل اسلام کی لڑائیاں روم کی عیسائی سلطنت سے ہو رہی تھیں۔ (یاقوت ج ۲۔ بحوالہ دعوتِ اسلام سرٹامس آرنلڈ)

ہارون الرشید ۱۷۰ — ۱۹۳ھ / ۷۸۶ — ۸۰۹ء کے عہد میں بغداد میں دوسرا کلیسا تعمیر ہوا۔ اس کو سسمالو کے باشندوں نے بنایا جنہوں نے خلیفہ کی اطاعت کی اور خلیفہ نے ان کی سرپرستی منظور کی۔ (یاقوت ج ۲۔ بحوالہ دعوتِ اسلام)

ہارون کے زمانہ میں ایک بڑا عالی شان گرجا بابل میں تعمیر ہوا جس میں دانیال رسول اور حزقیل رسول کے تابوت رکھے گئے۔

خلیفہ ہادی - ۱۶۹ — ۱۷۰ھ / ۷۸۵ — ۷۸۶ء - کے عہد میں مصر کے گورنر علی ابن سلیمان نے صومعہ مریم اور چند دوسرے گرجوں کو توڑ دیا تھا۔ خلیفہ ہارون نے گورنر مذکور کو اس فعل کی سزا میں معزول کر کے موسیٰ بن عیسیٰ کو مصر کا گورنر بنایا۔ موسیٰ نے علماء وقت سے ان گرجوں کے متعلق فتویٰ دریافت کیا تو مصر کے سب سے بڑے محدث لیث بن سعد نے تمام منہدم شدہ گرجوں کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا فتویٰ دیا۔

ایک مرتبہ قیصر روم کی بدعہدی سے سخت طیش میں آکر ہارون الرشید نے دارالسلطنت ہریکلی (ہرقلہ) پر حملہ کیا۔ اور ہرقلہ اجاڑ ڈالنے کے بعد وہاں سے بہت سے آدمیوں کو پکڑ لایا۔ بعد میں قیصر نے لکھا کہ "جن لوگوں کو آپ قید کر کے لے گئے ہیں۔ ان میں میرے لڑکے کی منگیتر بھی ہے۔ اسکی شادی کی تیاری ہو رہی تھی۔ اگر اس لڑکی کو آپ واپس کر دیں تو اس کے بدلے میں جس قدر روپیہ آپ چاہیں میں بلا عذر بھیج دوں گا۔" قیصر سے انتہائی نفرت کے باوجود ہارون الرشید نے اس لڑکی کو بلوایا اور اُسے نہایت عمدگی کے ساتھ سجا کر دلہن بنا کر کچھ تحائف اس کے ساتھ کئے اور قیصر کے پاس واپس بھجوا دیا۔ قیصر کے خط کے جواب میں لکھا کہ "تمہاری بہو کو بھیج رہا ہوں اور اپنی طرف سے شادی کے تحفے کے طور پر کچھ چیزیں بھی اس کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ انہیں میری طرف سے قبول کریں، اور لڑکی کے معاوضے کا خیال دل میں نہ لائیں۔" (الہارون - عمر ابو النصر)

قیصر روم کی بار بار عہد شکنی، سرکشی اور سرحد پر قتل و غارت سے ہارون تنگ آگیا تو ایک روز نہایت غصے سے اس نے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف سے پوچھا کہ "عہد اسلامی میں عیسائیوں کے گرجے کیوں محفوظ رہے اور کس نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ شہروں میں علانیہ جلوس نکالیں" حضرت امام یوسف نے بڑی جرأت سے جواب دیا:

"حضرت عمرؓ کے عہد میں جب رومی ممالک فتح ہوئے تو عیسائیوں کو یہ لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ تمہارے گرجے محفوظ رہیں گے۔ اور تمہیں اپنے مذہبی اعمال بجا لانے اور صلیب نکالنے میں پوری آزادی ہوگی۔ پس اب کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔"

یہ سن کر ہارون الرشید خاموش ہو گیا۔ اور پھر ساری عمر کبھی عیسائیوں کے مذہبی امور

میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی۔ (الہارون۔ عمر ابو النصر)

—— ایک بار حضرت امام یوسف نے خلیفہ ہارون کو لکھا تھا:

"آپ کا فرض ہے کہ ذمیوں سے رواداری برتیں، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ ان کی ضرورتوں سے بے خبر نہ رہیں۔ ان پر جبر و جور اور زیادتی نہ ہونے پائے۔ جزیہ کے علاوہ اور ان کا مال نہ لیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ان آخری الفاظ سے آپ ناواقف نہ ہوں گے۔

ذمیوں سے بھلائی کرنا۔

ان سے رواداری برتنا۔

انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔

مسٹر پامر نے اپنی کتاب "ہارون الرشید" میں لکھا ہے کہ دوران سفر میں ایک پادری کی مہمان نوازی سے خوش ہو کر ہارون نے ایک ہزار دینار (پانچ سو پونڈ) اسے مرحمت کئے اور حکم صادر کیا کہ گرجا سے متعلق جس قدر مزروعہ زمینیں اور باغات ہیں، سات سال تک ان کا مالیہ وصول نہ کیا جائے۔

خلیفہ ہارون الرشید کا طبیب خاص جس کا نام جبرئیل تھا نسطوری عیسائی تھا۔ اور علاوہ ذاتی جائداد کے جسکی آمدنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ تھی، دو لاکھ اسی ہزار درہم سالانہ خلیفہ کی ملازمت کے صلہ میں ملتے تھے۔ دوسرا عیسائی طبیب بھی بائیس ہزار درہم سالانہ تنخواہ پاتا تھا۔ (فان کریمر بحوالہ دعوتِ اسلام)

ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر ہارون الرشید نے میدانِ عرفات میں کھڑے ہو کر جبرئیل کی صحت و عافیت کے لئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دیر تک دعا کی۔ جب ایک مصاحب نے کہا کہ آپ ایک کافر کے لئے دعا کر رہے ہیں تو اس نے اسے جھڑک دیا۔ (الہارون۔ عمر ابو النصر)

یوحنا بن ماسویہ مشہور مترجم تھا۔ ہارون الرشید نے اسی کو خزانۃ الحکمۃ کا افسر مقرر کیا تھا۔

سنسکرت کی علمی تصنیفات گو منصور کے عہد میں بغداد پہنچ چکی تھیں، لیکن اس

زمانہ میں اور نئے سامان پیدا ہو گئے۔ ہارون الرشید ایک دفعہ سخت بیمار پڑا۔ اور گو بغداد طبیبوں سے معمور تھا۔ تاہم اس کو کسی کے علاج سے شفاء نہ ہوئی۔ اس وقت ہندوستانی ایک طبیب جو فلاسفر بھی تھا۔ شہرت عام رکھتا تھا نے اس کے بلانے کی رائے دی۔ غرض وہ طبیب بلایا گیا۔ وہ بغداد میں برامکہ کے ہسپتال میں مہتمم اور افسر مقرر کیا گیا۔ سنسکرت کی علمی کتابیں اکثر اس سے ترجمہ کرائیں۔ (مقالات شبلی)

مشہور انگریز مسلمان محمد مارماڈیوک پکتھال تحریر فرماتے ہیں:

"خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کیوں دوسرے تحائف کیساتھ بیت المقدس کے مشہور گرجے کی کنجیاں فرنکش بادشاہ شارلیمن کو بھیج دیں۔ تاریخی اعتبار سے یہ شامی عیسائیوں کے ساتھ جو مغربی چرچ سے موافق نہ تھے اور اسلامی حکومت کے سوائے کسی قسم کی حفاظت کے طالب نہ تھے، ایک شدید ناانصافی بلکہ زیادتی تھی۔ سیاسی طور پر بھی یہ غلطی اسلامی حکومت کے لئے ایک عذاب بن کر رہ گئی۔ یہ سچ ہے کہ چابیوں کی دو جوڑیاں تھیں۔ گرجا روزانہ کھلتا تھا۔ اور وہ اس وقت تک برابر کھلا رہا۔ جب شارلیمن شہنشاہ مغرب نے اسے کھولنے کی خاطر مقفل نہ کرایا۔ چابیوں کا تحفہ تو ایک لطیف اشارہ تھا کہ آپ اور آپ کے ساتھی اس گرجا میں جو آپ کے مذہب کا مرکز اور مقام حج ہے، جب چاہیں بلا روک ٹوک آ سکتے ہیں۔ لیکن فرنکش عیسائیوں نے بعد میں اس تحفے کو کچھ اور معنے پہنا دیئے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو گرجا کا مالک اور شامی عیسائیوں کو محض راہب و غاصب کے درجے تک گرا دیا۔ (تہذیب اسلامی)

مامون الرشید (۱۹۸ — ۲۱۸ھ / ۸۱۳ — ۸۳۳ء) کے عہد میں مسٹر سید علی امیر کے بیان کے مطابق علاوہ آتش کدوں اور دوسری عبادت گاہوں کے گیارہ ہزار گرجے تھے۔ یروشلم اور انطاکیہ کے اسقف عیسائی مذہب کے پیشوا تھے، اور ان کے مذہبی درجے مقرر تھے، ان لوگوں کو اسلامی بادشاہوں کے زیر سایہ وہی مراعات حاصل تھیں، جو ان کے ہم مذہب بادشاہوں کے وقت میسر تھیں۔ (تاریخ اسلام)

جب مامون الرشید مصر میں تھا تو اپنے دو معززین دربار کو اجازت دی کہ مقطم کی پہاڑی پر جو قاہرہ کے قریب تھی گرجا بنا لیں۔ اور اسی خلیفہ کی اجازت سے ایک دولتمند عیسائی نے جس کا نام بکام تھا، کئی خوبصورت گرجے بودہ میں تعمیر کرائے (اوکیشن صفحہ ۲۱۳)

نسطوری بطریق تموتھیس نے جو ۸۲۰ء میں مرا، ایک گرجا تکریت میں اور ایک خانقاہ بغداد میں تعمیر کی (خان کریمر)

ہارون الرشید نے اپنے اخیر زمانہ میں فقہاء کے کہنے پر مناظرہ کی مجلسوں کا جو طریقہ تمام ملک میں جاری تھا، بند کرا دیا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ فلسفہ وغیرہ کیطرف سے لوگوں کا میلان کم ہو چلا۔ ماموں کے زمانہ سے پہلے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ دنیا میں اسلام بزور شمشیر پھیلا کیونکہ اگر اسلام خود اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیل سکتا تو لوگوں کو مناظرہ اور مباحثہ سے کیوں روکا جاتا۔؟ ماموں نے یہ شہرہ سن کر بغداد میں ایک بہت بڑا مجمع کیا، اور تمام ملک میں جس قدر پیشوایانِ مذہب اور مختلف فرقوں کے لوگ تھے، سب طلب کئے گئے۔ فرقۂ مانویہ کا سردار جس کا نام یزدان بخت تھا، رَیّ سے بلایا گیا، اور ماموں نے اس کو خاص ایوانِ شاہی کے قریب اتارا۔ اس جلسہ میں علمائے کلام نے تمام مخالفین اسلام پر فتح حاصل کی۔ اور لوگوں پر علانیہ ثابت ہو گیا۔ کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے نہیں بلکہ زبان و قلم سے ہوئی۔

اس کے بعد ماموں نے نہایت فراخ حوصلگی سے حکم دیا کہ تمام ملک میں مناظرہ اور بحث کے عام جلسے کئے جائیں اور ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو عام اجازت دی جائے کہ اپنے مذہب کا اثبات اور دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کریں۔ (مقالات شبلی ج ۶)

ماموں الرشید خود اسلام کی اشاعت میں بہت سرگرم تھا، اور قلمرو خلافت کے دور دراز صوبہ جات ماوراء النہر اور فرغانہ میں، ان لوگوں کو جو مسلمان نہ تھے، مراسم خسروانہ سے اسلام پر مدعو کیا۔ (البلاذری)

لیکن اپنی شاہانہ سطوت کا ناجائز استعمال اسطرح نہیں کیا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان کرتا۔ جب یزدان بخت مناظرہ میں بالکل خاموش کر دیا گیا تو ماموں نے کوشش کی کہ یزدان بخت مسلمان ہو جائے، مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ "امیر المومنین! تمہاری نصیحت گوش گذار ہوئی اور تمہاری بات سنی، لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو لوگوں کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔

خلیفہ ماموں نے بجائے اس کے کہ اپنی ناکامی پر غصہ کرتا یزدان بخت کی حفاظت کے لئے سپاہ ساتھ کر دی تاکہ رعایا میں جو لوگ متعصب ہوتے ان کی گزند سے فرقہ مانوی

کا سروار محفوظ رہے۔

سر تھامس آرنلڈ کا بیان ہے کہ مامون الرشید کے عہد خلافت میں ایک دستاویز جو بیّن طور تبلیغی حیثیت رکھتی ہے، دریافت ہوا ہے۔ یہ دستاویز خط کی شکل میں ہے۔

اس خط کو مامون کے ایک عزیز (الہاشمی) نے اپنے ایک عیسائی دوست کے نام لکھا تھا، جو دربار مامونی میں بڑا اعزاز رکھتا تھا، اور خود خلیفہ اس کی بڑی توقیر کرتا تھا۔

اس خط میں الہاشمی نے نہایت محبت آمیز انداز میں اپنے دوست کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ اسی نامہ میں ایک تقریر نقل ہے جو خلیفہ مامون الرشید نے اہل دربار کے سامنے کی تھی جس میں ان لوگوں کا سخت تحقیر سے ذکر کیا، جنہوں نے دنیا کے نفع اور خودغرضی سے اسلام قبول کیا۔ اور ان کی مثال اُن منافقین سے قائم کی جنہوں نے یہ ظاہر کرکے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں آپ کی ہلاکت کے لئے سازش کی، لیکن جسطرح خدا کے رسول نے برائی کا بدلہ نیکی سے کیا، اسی طرح خلیفہ نے بھی ارادہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ خلق و تحمل سے پیش آئے گا۔ جب تک کہ خدا ان میں انصاف کرے۔

خلیفۂ وقت کی زبان سے ایسی شکایت کا بیان ہونا قابل وقعت ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نومسلموں کی نسبت یہ خیال تھا۔ اور جستجو تھی کہ بے لوث اور خالص ایمان سے اسلام قبول کریں۔ اگر یہ دریافت ہو جاتا تھا کہ حب دنیا یا نازیب اغراض سے وہ مسلمان ہوتے ہیں تو اُن پر سخت ملامت ہوتی تھی ——

(پریچنگ آف اسلام ۔ سر تھامس آرنلڈ)

خلیفہ مامون الرشید کے اس خط کے الفاظ شاہد ہیں کہ مسلمان عیسائی مذہب کے بارے میں کس قدر فراخ دل تھے۔

سر تھامس آرنلڈ کا بیان ہے:

"تیسری صدی ہجری کے اوائل حصہ میں بیت جاری کے نسطوری لبشپ تھیوڈور نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے لئے کسی طرح کا جبر و تشدد اس پر نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عیسائی مورخ جس نے لبشپ کے مسلمان ہونے کا حال لکھا ہے کا ذکر بھی ضرور کرتا۔ اس واقعہ کے سو برس بعد ۱۰۱۶ء میں اگنائیس کا یعقوبی

المذہب مطران جو اس عہدہ پر پچیس برس تک مامور رہا۔ بغداد کو روانہ ہوا۔ اور خلیفہ قادر باللہ (۹۹۱ - ۱۰۳۱ء) کے سامنے اسلام قبول کیا اور ابو مسلم اپنا نام رکھا۔

(پریچنگ آف اسلام)

ایک بار مامون الرشید دمشق کے دورہ پر گیا تو وہاں کے غیر اقوام سے خلفائے سلف نے جو معاہدے کئے تھے، ان کی جانچ پڑتال کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاہدہ اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے اس کو آنکھوں سے چند بار لگایا، اور معاہدہ برقرار رکھا۔ (ابن اثیر)

معتصم باللہ (۲۱۸ - ۲۲۷ھ / ۸۳۳ - ۸۴۱ء) کی خدمت میں دو عیسائی بھائی رہتے تھے جو خلیفہ کے سب سے زیادہ معتمد تھے، ان میں سے ایک کا نام سلمویہ تھا۔ اس کو تقریباً وہی منصب حاصل تھا جو آج کل سیکرٹری آف اسٹیٹ کا ہوتا ہے۔ کوئی شاہی مکتوب اس وقت تک مستند تصور نہ ہوتا تھا، جب تک کہ سلمویہ کے بھی اس پر دستخط نہ ہوتے۔ دوسرے بھائی ابراہیم کے سپرد مہر خلافت تھی، اور صیغۂ بیت المال بھی اس کی نگرانی میں تھا۔ یہ عہدہ بیت المال کے روپیہ اور صرف کے لحاظ سے ایسا تھا۔ جسکی نسبت توقع ہوسکتی تھی کہ اس پر ہمیشہ مسلمان مقرر ہوتا۔ لیکن ایسا نہ تھا۔ معتصم کو ابراہیم کے ساتھ ایسا انس تھا کہ جب ابراہیم بیمار پڑا تو خلیفہ اس کی عیادت کو گیا۔ ابراہیم کی موت پر سخت رنج کیا۔ ابراہیم کی تدفین کے دن خلیفہ نے حکم دیا کہ جنازہ قصر شاہی میں لایا جائے۔ اور تمام مسیحی رسومات میت نہایت ادب سے وہاں ادا کی گئیں۔

خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت میں ایک مسلمان جنرل کو اس لئے معتوب کیا گیا کہ اس نے پارسیوں کا ایک آتش کدہ گروا کر اس کی جگہ مسجد تعمیر کرا دی تھی ——

(ابن ابی اصیبعہ، طبقات الاطباء بحوالہ دعوت اسلام)

★